بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

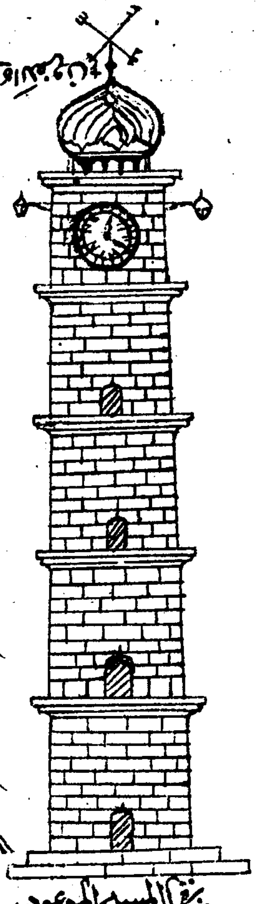
اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دار الامان حضرت قادیان

ہمہ گویم بانو گر آئی چہادر قادیاں بینی
بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی



منارۃ المسیح الموعود

نمبر ۴۳ | ۲۹ شعبان ۱۳۲۰ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء روز دوشنبہ | جلد ۶

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

پس جب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات تھی تو میرا نور قلب کب اس کے خلاف کرنیکی رائے دے سکتا تھا اسلیے مینے چاہا کہ یہ ہونا چاہیے تاکہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو ممکن تھا کہ ایسے واقعات پیش نہ آتے۔ لیکن جب ایسے امور پیش آگئے کہ جنمیں مصروفیت از بس ضروری تھی اور توجہ ٹھیک طور پر چاہیے تھی تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ اور وہ پوری ہوئی اسطرح جیسے خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا۔ والحمدُ للہ علیٰ ذٰلک

میرا ان نمازوں کو جمع کرنا جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں اللہ تعالیٰ کے اشارہ اور ایما اور القا سے تھا۔ حالانکہ مخالف تو خواہ نخواہ بھی جمع کر لیتے ہیں مسجد میں بھی نہیں جاتے گھروں ہی میں جمع کر لیتے ہیں مولوی محمد حسین ہی کو قسم دیکر پوچھا جاوے کہ کیا اسنے کبھی کسی حاکم کے پاس جاتے وقت نماز جمع کی ہے یا نہیں؟ پھر خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان پر کیوں اعتراض کیا جاوے اگر تقویٰ اور خدا ترسی ہو تو اعتراض کرنے سے پہلے انسان اپنے گھر میں سوچ لے کہ کیا کہتا ہوں اور اسکا اثر اور نتیجہ کیا ہوگا اور کسپر پڑیگا۔

جیسے میں اجتہاد میں یہ بھی سوچا کہ ممکن تھا ہم دس دن ہی میں کام کو ختم کر دیتے جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا موجب اور باعث ہوا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی پسند کیا کہ جب یہ لوگ اپنے نفس کی خاطر دو دو مہینے نکال لیتے ہیں تو پیشگوئی کی تکمیل کیلئے الٰہی تحریک جاری ہو جسکی نظیر نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سارے وہ مصالح ابھی تک نہیں کھلے مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور مجھے امید ہے کہ ضرور کھلیں گے۔

دیکھو ضعف دماغ کی بیماری بدستور لاحق ہے اور بعض وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ موت قریب ہو جاتی ہے تم میں سے اکثر نے میری ایسی حالت کو معائنہ کیا ہے اور پھر پیشاب کی بیماری عرصہ سے گویا دو زرد چادریں مجھے یہ پہنائی گئی ہیں ایک اوپر کے حصہ بدن میں اور ایک نیچے کے حصہ بدن میں۔ ان بیماریوں کی وجہ سے وقت صافی بہت کم ملتا ہے مگر ان ایام میں خدا تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا کہ صحت بھی اچھی رہی اور کام ہو نا رہا مجھے تو افسوس اور تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجمع بین الصلوٰتین پر روتے ہیں حالانکہ مسیح کی قسمت میں بہت سے اجتماع رکھے ہیں۔

کسوف و خسوف کا اجتماع ہوا یہ بھی میرا ہی نشان تھا اور **واذا النفوس زوجت** بھی میرے ہی لیے ہے۔ اور **اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم** بھی ایک جمع ہی ہے کیونکہ اول اور آخر کو ملا یا گیا ہے اور یہ عظیم الشان جمع ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات اور فیوض کی زندگی پر دلیل اور گواہ ہے اور پھر یہ بھی جمع ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے سارے سامان جمع کر دیے ہیں۔ چنانچہ مطبع کے سامان کاغذ کی

کثرت ڈاک خانوں تار اور ریل اور دخانی جہازوں کے ذریعے کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور پھر نت نئی ایجادیں اس جمع کو اور بھی بڑھا رہے ہیں کیونکہ اسباب تبلیغ جمع ہو رہے ہیں اب فونوگراف سے بھی تبلیغ کا کام لے سکتے ہیں اور اس سے بہت عجیب کام نکلتا ہے اخباروں اور رسالوں کا اجرا غرض اسقدر سامان تبلیغ کے جمع ہوئے ہیں کہ اسکی نظیر کسی پہلے زمانہ میں ہمکو نہیں ملتی بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض میں سے ایک تکمیل دین بھی تھی جس کے لیے فرمایا گیا تھا **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔**

اب اس تکمیل میں دو خوبیاں تھیں ایک تکمیل **ہدایت** دوسری **تکمیل اشاعت ہدایت** تکمیل ہدایت کا زمانہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا پہلا زمانہ تھا اور تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ آپ کا دوسرا زمانہ ہے جبکہ **و اخرین منھم لما یلحقوا بھم** کا وقت آنیوالا ہے اور وہ وقت اب ہے یعنی میرا زمانہ یعنی مسیح موعود کا زمانہ [illegible] اللہ تعالے نے تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کے زمانوں کو بھی اس طرح ملا دیا ہے اور یہ بھی عظیم الشان جمع ہے اور پھر یہ بھی وعدہ ہے کہ سارے ادیان [illegible] جمع کیا جاوے گا اور ایک دین کو غالب کیا جاوے گا یعنی مسیح موعود کے وقت کی ایک جمع [illegible] کیونکہ **لیظہرہ علی الدین کلہ** مفسرین نے مان لیا ہے کہ مسیح موعود ہی کے وقت میں ہوگا۔

پھر یہ بھی کہ یہ اسی کا زمانہ ہوگا کہ بھیڑیا اور بھیڑ ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے۔ جیسا کہ اس وقت نظر آتا ہے۔ ہمارے مخالفوں نے ہمارے قتل کے کسقدر منصوبے کیے مگر وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے اسی گورنمنٹ کے حسن انتظام اور امن کیوجہ سے پھر خدا نے یہ بھی ارادہ فرمایا ہوا تھا کہ اس زمانہ میں حقائق و معارف جمع کر دے۔

میں دیکھتا ہوں کہ جیسے ظہر و عصر جمع ہوئے ہیں . . . . . . کہ ظہر آسمان کے جلالی رنگ کا ظل ہے اور عصر جمالی رنگ کا اور خدا تعالے دونوں کا اجتماع چاہتا ہے۔ اور چونکہ میرا نام اُسنے **آدم** بھی رکھا ہے اور آدم کے لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ اسکو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا یعنی جلالی اور جمالی رنگ دونوں اس میں رکھے اس لیے اسجگہ بھی جلال اور جمال کا اجتماع کر کے دکھایا۔

جلالی رنگ میں طاعون وغیرہ اللہ تعالے کی گرفتیں ہیں اور انہیں سب دیکھتے ہیں اور جمالی رنگ میں اسکے انعامات اور بشارات وغیرہ ہیں۔ اور پھر میری داستان میں اللہ تعالے نے میرے ساتھ ایک اور جمع کی بھی خبر رکھی ہے جس کی خدا نے مجھے اطلاع دی **اور وہ یہ ہے** کہ میری پیدائش میں میرے ساتھ ایک لڑکی بھی اُس نے رکھی ہے اور پھر قومیت اور نسب میں بھی ایک جمع رکھی اور وہ یہ کہ ہماری ایک دادی **سیدہ** تھیں اور دادا اصحاب اہل فارس تھے اب بھی خدا نے اس قسم کی جمع ہمارے گھر میں رکھی کہ ایک صحیح النسب سیدہ میرے نکاح میں آئی۔ اسیطرح جیسے خدا نے ایک عرصہ پہلے بشارت دی تھی۔

اب غور تو کرو کہ خدا نے کسقدر اجتماع یہاں رکھے ہوئے ہیں ان تمام جمعوں کو خدا نے مصلحت عظیمہ کے لیے جمع کیا ہے۔

ہماری جماعت کے لیے تو یہ امر **دور از ادب** ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں پیش کریں یا ان کے وہم میں بھی ایسی باتیں آ ملیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ [illegible] کرتا ہوں وہ خدا تعالے کی تفہیم اور اشارہ سے کرتا ہوں پھر کیوں اسکو مقدم نہیں کرتے اور پیشگوئی سمجھکر [illegible] عزت نہیں کرتے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سمجھکر ایک صحابی کو سونے کے کڑے پہنا دیئے ~~اب تم بتاؤ کہ کیا چاہتی~~ ہو خدا نے اسقدر نشان تمہارے لیے جمع کر دیے ہیں۔ اگر خدا تعالے پر ایمان ہو تو کوئی وہم اور خیال اس قسم کا پیدا نہیں ہو سکتا جس سے اعتراض کا رنگ پایا جاوے اور اگر اسقدر نشان دیکھتے ہوئے بھی کوئی اعتراض کرتا اور علحدہ ہوتا ہو تو وہ بیشک نکل جاوے اور علحدہ ہو جاوے اُسکی خدا کو کیا پرواہ ہے وہ کہیں جگہ نہیں پا سکتا۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھے **حَکَم عَدَل** ٹھیرایا ہے اور تم نے مان لیا ہے پھر نشانہ اعتراض بنانا ضعیف ایمان کا نشان ہے **حَکَم** مانکر تمام زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ اگر مخالفوں کا خیال ہو تو اُنھوں نے اس سے پہلے کیا کچھ نہیں کہا دجال۔ بے ایمان۔ کافر۔ اکفر تک ٹھیرایا اور کوئی گالی باقی نہ رہی جو اُنھوں نے نہیں دی اور کوئی منصوبہ شرارت اور تکلیف دہی کا نہیں رہا۔ جو اُنھوں نے نہیں سوچا پھر اور کیا باقی رہ گیا۔ جو غیروں کی پرواہ کرتا اور اللہ تعالے کو چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی پرواہ نہیں کرتا۔ جب تک خدا تعالے کے مقرر کردہ **حَکَم** کی بات کے سامنے اپنی زبانوں کو بند نہ کرو گے وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جو خدا چاہتا ہے اور جس غرض کے لیے اُسنے مجھے بھیجا ہے + میں سچ کہتا ہوں کہ میرا یہ عمل اپنی تجویز اور خیال سے نہیں بلکہ

اللہ تعالیٰ کی تفہیم سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے لیے ہے۔

میں کسی اور حکم کی ضرورت نہیں سمجھتا + جو چاہتا ہے اسکو قبول کرے اور جسکا دل مریض ہے وہ الگ ہو جاوے۔ میں ایسے لوگوں کو یہ صلاح دیتا ہوں کہ وہ کثرت سے استغفار کریں۔ اور خدا سے ڈریں ایسا نہ ہو کہ خدا انکی جگہ اور قوم لاوے۔

ایکبار مجھے الہام ہوا تھا کہ کوئی شخص میری طرف اشارہ کر کے کہتا ہے **ھذا الرجل یجر الدین** یہ شخص دین کی جڑ اکھاڑتا ہے میں خوش ہوا کیونکہ آثار میں ایسا ہی لکھا ہے کہ مسیح اور مہدی کی نسبت ایسے فتوے دیے جائیں گے۔ **حجج الکرامہ** میں ایسا ہی لکھا ہے اور ابن عربی نے لکھا ہے کہ جب مسیح نازل ہوگا تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا **انّ ھذا الرجل غیّر دیننا۔**

اور مجدد صاحب [illegible] کے مکتوبات میں صاف لکھا ہے کہ مسیح جو کچھ بیان کرے گا وہ اسرار مغلقہ ہوں گے اور لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں گے حالانکہ وہ قرآن سے استنباط کرے گا پھر بھی لوگ اُسکی مخالفت کریں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسے مسیح موعود کے ساتھ **جمع** کا ایک نشان ہے عوام کے خیال کے موافق ایک **تغیر** بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔ کیونکہ وہ بحیثیت **حَکَم** ہونیکے

. . . غرض اگر آپ یہ چاہیں کہ ان لوگوں کی تحریک بھی رکھ جائیں تو یہ مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے کہ سب پورے برگشتہ نہ ہو جاویں پس اب یک دیگر محکم گیر و عمل کرو۔ باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ

⁂ حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریریں

نبوۃ او معجزات مسیح قرآن کا احسان

مسیح کی نبوۃ اور معجزات ثابت نہیں ہیں کیونکہ غایت معجزات جو انجیل میں ذکر کیے ہیں یہ ہیں کہ اندھوں کا اچھا کرنا لنگڑوں کا چنگا کرنا لیکن اسی انجیل میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں ایک حوض تھا جس میں یہ خاصیت تھی کہ غسل کرنا اسمیں ایسے مرض سے شفا بخشتا تھا۔ پس قرین قیاس ہے کہ اس کے استعمال سے مسیح ایسے کام کرتا ہو اور قطع نظر اس سے بالکل ثبوت نہیں ہے اور ملاحظہ انجیل سے معلوم نہیں ہوتا کہ معجزے کسنے دیکھے اور انکا کیا نام تھا اور سوائے شہادۃ قوم کے ہم اعتبار نہیں کر سکتے۔

اب جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کا مسیح پر بڑا احسان ہے جو اسکو صاحب معجزات کہا۔

مسیح کی پیشگوئیاں

رہی پیشگوئی تو وہ بھی کوئی نہیں بلکہ قیافہ اور تفرس معلوم ہوتا ہے جیسے انجیل میں لکھا ہے کہ زلزلے آویں گے۔ دیکھا آپ انصاف کریں کہ یہ کیا پیشگوئی ہے یہ تو ہر ایک کہہ سکتا ہے۔ دوسری پیشگوئی کہ لڑائی ہو گی اب فرمایئے کہ کونسی نئی بات ہے۔

نفی و اثبات

طالب را باید کہ اہتمام در نفی آنچہ بالطبع آفاقی و انفسی نماید در جانب اثبات معبود حقیقی ہر چہ در حوصلہ و وہم او در آید نیز در تحت نفی داخل سازد۔

انجیل کی صحت

وصحت کتابہا کہ ہزار ہا بار بعلت ترجمہ از قالبی بقالبی منتقل شدند ہم آشیا ز منفاست زیرانکہ درایں صد ہا سال باوصف چنیں تصرفات بیجا بقاء کتب برحالت اصلی خود از محالات عادیہ ست من بعد بریں تقادیم پارینہ ناز جا دا کردن از کمال دانشمندی ایں فرقہ ہست۔ عزیز باید کرد کہ ایں معاملہ چہ قدر دور از عقل و نزدیک بجدل ہست۔

و چونکہ ثبوت صحت انجیل بر بال کبوتر ہست نوشتہ آں چہ نسبتم محل اعتماد۔ شعر

ببیں دانش شاں کہ ایں خوش بنا
لیں از دست جنیں کبر و ناز و ادا

اقتراحی معجزات کیوں نہیں دیے جاتے

در بعض اوقات از بعض قسم معجزہ کہ از انبیا بر وقت سوال کفار ظاہر شدہ ہست حکمت عدم ظہور آں ہمیں ست تا یقین شود کہ ایں فعل الہ ہست فعل نبی نیست تا بر سحر وغیرہ حمل کردہ شود لیکن اکثر کہ از فعل محتاری کرامات ظاہر کنند و معتقدد عا نباشند نزول آں کرامت از جانب حق ثابت نگردد این نیز کس با ساحراں شدہ مشابہت ... ... بسیار سخت ... لیکن نیز در بعض اوقات معجزہ نبی تا بر مطلب ... ... ذات خود انتساب ... ... مسیح معجزہ ... ... ایں قسم از سحر بغایت متمیز و علیحدہ ہست - عاقل خوب می داند کہ سحر فعل مخلوق ... ایں قسم فعل خلق نیست بلکہ صرف از خدا ہست و بس

مسیح موعود کے دعائیہ اشعار

ذیل میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعائیہ اشعار کا انتخاب درج کرتے ہیں جس سے غور کرنے والی طبیعت آپ کے اخلاق اور سیرۃ پر ایک عمدہ نظر کر سکتی ہیں اور معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے دعاوی میں کیسی علی وجہ البصیرۃ بولتے ہیں۔ ایڈیٹر

سخت شورے او فتاد اندر زمیں
رحم کن بر خلق اے جاں آفریں
کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھکو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
اک نشاں دکھلا کہ ہو حجت تمام

مصطفیٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

اے خداوند من گناہم بخش | سوی درگاہ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم | پاک کن از گناہ پنہانم
دلستانی و دلربائی کن | بنگاہے گرہ کشائی کن
در دو عالم مرا عزیز توئی | و آنچہ میخواہم از تو نیز توئی

اے خدا اے چشمہ نور ہا | از کرمہا چشم ایں اندہ کشا
یک نظر کن سوی ایں از نہاں | تا رہی اے طالب اندوہ و ہاں

ایخالق ارض و سما بر من در رحمت کشا
دانی تو آں در دمرا کز دیگراں پنہاں کنم
اوبس لطیفے دلبرا در ہر رگ و تارم درآ
تا چوں بخود دیدم ترا دل خوشتر از بستاں کنم
در سرکشی ای پاک خو جاں بر کنم از ہجر تو
زالساں ہمی گریم کز و یک عالمی گریاں کنم
خواہی بقہرم کن جدا خواہی بلطفم رونما
خواہی بکش یا کن رہا کے ترک آں داماں کنم

یارب مرا بہر قدمم استوار دار
واں روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

ایخدا اے مالک ارض و سما
اے پناہ حزب خود در ہر بلا
اے رحیم و دستگیر و رہنما
ایکہ در دست تو فصل ست و قضا
سخت شورے او فتاد اندر زمیں
رحم کن بر خلق اے جاں آفریں
امر فیصل از جناب خود نما
تا شود قطع نزاع و فتنہ ہا

ایخداوند رہنمای جہاں | صادق و راز کار ز بان بداں
آتش افتاد در جہان زفساد | الغیاث ای مغیث عالمیاں

اے خدا اے چارۂ آزار ما
کن شفاعت ہائے او در کار ما
ایخدا بر وے سلام ما رساں
ہم بر اخوانش ز ہر پیغمبرے

⁂ یہ تحریریں قریب چالیس سال کے عرصہ کے ہیں۔ منہ

ایخداوندم بحیل اسیا — کش فرستادی بفضل از دری
معرفتم دہ پو بخشیدی ٹولم — کو مدہ ژاں سان کہ دادی ساغری
ایخداوندم بنام مصطفا — کش شدہ در ہر مقام ناصری
دست گیر از رہ لطف و کرم — در مہم باش یار و یاوری
تکیہ بر زور تو دارم گرچہ من — ہمچو خاکم بلکہ از ہم کمتری

ایخدا ہرگز مکن شاد آں دل تاریک را
آنکہ او را فکر دین احمد مختار نیست

یا الٰہی بازکے آید زتو دقت مدد
بازکے بینم آں فرخندہ ایام و سنیں
ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدای ملت قلت انصار دیں
ایخدا زود آ و برما آب نصرت ما ببار
یا مرا بردار یارب زیں مقام آتشیں
ایخدا نور ہدی از مشرق رحمت برار
گمرہاں را چشم کن روشن از آیات مبیں
چوں مرا بخشیدۂ صدق اندریں سوز و گداز
نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں

ہر شب مرا ازغم بمن آید نہ در دو قوم
یارب نجات بخش ازیں روز پر شرم
یارب آب چشم من ایں کس نشاں لیشم
کا مرفتہ تر شدست ازیں دردلیستم
دریاب چونکہ آب زمہر تو ریختیم
درباب چونکہ جز تو نمانیست دیگرم
یارب بزاریم نظرے کن بلطف و فضل
جز دست رحمت تو دگر کیست یاورم
جانم فدا شود بره دین مصطفیٰ
اینست کام دل اگر آید میسرم

ایخدا ای چارہ ساز ہر دل اندوہ گیں
اے پناہ عاجزاں آمرزگار مذنبیں
از کرم آں بندہ خود را بخشش ما نواز
ویں جدا افتادگاں را از ترحم ما ببیں

کرہما صد کرم کن بر کسی کو ناصر دین است
بلائی او بگرداں گر گہی آفت شود پیدا

سورہ جمعہ پر حکیم الامۃ کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یہ فیصلہ بالکل آسان اور صاف تھا اگر ذرا تدبر اور غور سے کام لیا جاتا مگر رونا تو یہی آتا ہے کہ عقل سے کوئی کام نہیں لیا جاتا خدا تعالیٰ کی مخلوق میں غور نہیں کیا جاتا۔

یہ کیسی صاف بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور انسانی مخلوق کبھی برابر نہیں ہو سکتی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے جو کچھ انسان بناتا ہے خدا وہ کبھی نہیں بناتا اور جو اللہ تعالیٰ بناتا ہے انسان وہ ہرگز نہیں بنا سکتا۔ مثلاً ایک تنکا ہی لو۔ ساری دنیا کے صناع اور فلاسفر مل جاویں اور کوشش کریں ساری عمر جدوجہد کریں کبھی ممکن ہی نہیں کہ ایک تنکا بنا سکیں گھاس کا تنکا یا دانہ کا ذرہ نہیں بنتا پھر خیال کر لینا اور مان لینا کہ مسیح بھی خدا تعالیٰ جیسی مخلوق بنا سکتا تھا کیسی بیہودگی ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کی مخلوق سے مثل انسان نہیں بنا سکتا۔

انسان اپنی صنعت سے روٹی بناتا ہے خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی پسند نہیں کر سکتی کہ وہ درختوں سے روٹیاں نکالے۔ کپڑے خدا تعالیٰ نے نہیں بنائے ہیں جس طرح روئی انسان نہیں بنا سکتا۔

اور ایسے کیمیا گروں کی حماقت اور فریب کا ایک ثبوت ملتا ہے اور کس طرح واضح طور پر انکی تکذیب ہوتی ہے سونا چاندی اور چاندی سونا نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔

کیا کوئی ہاتھی کے بچہ کو چوہا کہہ سکتا ہے؟ اور کیا ہو سکتا ہے کہ مکھی کے انڈے سے گھوڑا نکل آوے؟ ان امور کا سمجھنا آسان نہیں گو یہ بدیہی باتیں ہیں مگر ایک مزکی جب تک موجود نہ ہو وہ انسان کو اس قسم کے شرک سے نجات نہیں دے سکتا۔

ایک وقت آئے گا کہ لوگ کہیں گے کہ کیا وفات مسیح کا مسئلہ بھی کوئی اہم مسئلہ تھا لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی اہمیت کس قدر ہے؟ ایک دنیا کو اس نے تباہ کر دیا ہے اور رب العالمین کے عرش پر ایک عاجز ناتوان انسان کو بٹھایا گیا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے اسما۔ صفات اور افعال کے متعلق سچا علم بخشنا اس مزکی کا کام ہوتا ہے جو آیات اللہ کی تلاوت کرے اور اپنی قدسی تاثیر سے تزکیہ کرے اور سچی توحید پر قائم کرے۔ جب تک مزکی نہ ہو یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ اس جہان پیدا کرنے والا رب العالمین ایک ہے اور اسکا کوئی بیٹا نہیں جس کے بغیر نجات عالم ہی نہ ہو سکتی ہو جیسا کہ عیسائیوں نے مان رکھا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ خلق عالم تو اللہ تعالیٰ کی صفت مانتے ہیں پھر اس خالق عالم کو کیا مشکل تھا کہ نجات بھی دے دیتا؟ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چونکہ عادل ہے اسلیے مخلوق کے گناہوں کو بہ حیثیت عادل ہونے کے بغیر سزا کے نہ چھوڑ سکتا تھا اور رحیم بھی ہے اس لیے بیٹے کو پھانسی دیا۔ یہ کیا خوب عدل اور رحم ہے کہ گناہ گار کو چھوڑ دیا ایک بیگناہ کو پکڑ لیا اور بیگناہ پر رحم بھی نہ کیا۔

پھر اور بھی ایک تعجب ہے کہ یہودیوں کو نجات نہ ملی حالانکہ پہلے . . . . نجات کے وہی مستحق تھے جنہوں نے نجات کے فعل کی تکمیل کی کوشش کی یعنی صلیب دلوائی۔ انکا فعل تو گویا عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق خدا کے ارادہ اور منشا سے توارد رکھتا تھا۔ پھر وہ غضب کے نیچے کیوں رہے + پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کو نجات ملی کیا مجوسیوں کو ملی کس کو ملی؟۔

نجات تو پھر بھی محدود ہی رہی کیا فائدہ اس پھانسی سے پہونچا؟ اور پھر شیطان کا سر جب کچلا گیا تو اب کیوں گناہ ہوتا ہے۔ پھر پوچھا گیا ہے کہ گناہ کا بد اثر جسم پر ہوتا ہے یا روح پر اگر روح پر ہوتا ہے تو آدم سے کہا گیا کہ محنت سے روٹی کھائے گا۔ اور عورت درد زہ سے بچہ جنے گی۔

اور اگر جسم پر پڑتا ہے تو عیسائی آتشک اور سوزاک وغیرہ امراض میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں اور کیا عیسائی عورتیں درد زہ

سے بچ جنتی ہیں۔ نہیں اس سے تو معلوم ہوا کہ نجات کے آثار پائے نہیں جاتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مزکی کے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ان خیالی باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کفارہ کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ دنیا میں فسق و فجور اور اباحت پھیل گئی اور خدا کا خوف اُٹھ گیا۔ اب جس مزکی کی ضرورت ہے وہ ایسی خاصیت اور قوت کا ہونا چاہیے جو اس فتنہ کو دور کرے۔

اور اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ مزکی اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں۔ ایک ایک اصل جو اس نے پیش کی ہے اس کے ذریعہ مذاہب باطلہ کو اس نے ہلاک کر دیا ہے۔

ایک عیسائی نے مجھ سے پوچھا کہ اس نے آکر کیا کیا ہے۔ میں نے کہا کہ تمکو لاجواب کر دیا ہے۔ باقی آئندہ

ندوۃ العلما کا نواں اجلاس

اور

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ

نمبر (۵)

ہم نے گذشتہ اشاعت میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کی تقریر پر ریویو کرتے ہوئے اس فقرہ کو زیر ریمارک چھوڑا تھا کہ انھوں نے قوم کی اصلاح کا علاج یہ بتایا ہے کہ ان خرابیوں کی اصلاح کے لیے ایسے علماء کا موجود ہونا ضروری ہے جو متبحر ہوں اور اپنے علم پر قادر ہوں اور ایمان کا نمونہ ہوں اور ایسے علما موجود نہیں ہو سکتے جبتک باہمی نزاعیں دور نہ ہوں اور یہ کام ندوہ نے کیا ہے۔"

ہم اور قریباً تمام سننے والے اور یقیناً تمام سارا انڈیا اس امر کی آرزو مند اور منتظر تھا کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے جو اپنے اس فقرہ میں یہ عظیم الشان دعوی اس ندوہ کے کام کے متعلق کیا ہے اسکا کوئی ثبوت وہ پیش کرتے۔

بے شک ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اصلاح اسی شخص کے ذریعہ ہو سکتی ہے جو اپنے ایمان کا اصل نمونہ ہو لیکن ندوہ کس انسان کو پیش کرتا ہے جو ایمان کامل کا نمونہ اور اخلاق فاضلہ کی سچی مثال ہو سکے اسکو دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے۔ کہ حقیقی تہذیب اور کامل اصلاح کا نمونہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ہے اس لیے اسوقت جو شخص اصلاح کا مدعی ہو ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا اسوہ حسنہ ہو۔ کیونکہ ان صفات حسنہ سے متصف ہوئے بغیر کوئی دوسروں کے تزکیہ اور تعلیم کا تکفل نہیں کر سکتا اور اخلاق میں وہ سب شعبے داخل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں دکھائے گئے اور جو قوم کو قوم بنانے کے لیے ضروری اور بنیادی تھے کیونکہ ہم سچے دل سے اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی اور عملی رنگ میں خدائے حکیم نے وہی اخلاق اور صفات بخشے تھے جو اس جہان کے انتظام اور اصلاح کے لیے ضروری اور دوسرے جہان کی اہلیت اور طیاری کے لیے مناسب اور موزون تھے۔

جو لوگ قرآن شریف کو خدا تعالے کا سچا کلام مانتے ہیں انکو اس کے ثبوت میں اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ آپ کی شان میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ جبتک ایسا اسوہ اور نمونہ ہم میں موجود نہو ممکن نہیں کہ سچی اصلاح ہو سکے لیکن تعجب ہے کہ ندوہ اس ضرورت کو محسوس کرتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ اس کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی مگر کوئی ایسا نام ہمارے سامنے پیش نہیں کرتا جس سے ہم یہ تسلی پا سکیں نری لفاظی سے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

مولوی حبیب الرحمٰن نے اپنے اس فقرہ میں ایک یہ بات بھی کہی ہے کہ ایسے علما کا پیدا کرنا جو اپنے ایمان کا نمونہ اور اپنے علم پر قادر ہوں اور مذہبی نزاعوں کو دور کر سکیں ندوہ کا کام تھا اور وہ اس میں کامیاب ہوا ہے۔

ہم اس فقرہ پر کسیقدر بسط سے بحث کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان شاء اللہ جہاں تک ممکن ہوگا ہم اس پر لکھیں گے مگر سردست

لاٹ صاحب کا جواب اس کی تردید کرتا ہے	ایک تازہ شہادۃ کا بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور کسی معمولی

آدمی کی شہادۃ نہیں بلکہ صوبہ ممالک مغربی و شمالی و اودھ کے ذمہ دار حکمران ہز آنر سر جیمز لاٹوش بہادر بالقابہ کی رائے ہے۔

ندوۃ العلما کا ایک ڈیپوٹیشن ہز آنر کی خدمت میں بمقام آگرہ آباد اپنا ایڈریس لیکر گیا تھا اور اس میں اپنے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ مختلف فرقوں کے جھگڑوں کو دور کیا جاوے۔ اس پر ہز آنر نے اپنے جواب میں جو ریمارک کیا ہے اسکو پڑھ کر اسلامی دنیا کو بخوبی معلوم ہو جاوے گا کہ ندوہ کے دعاوی نرے دعاوی ہی ہیں اور ان میں کامیابی کی اُمید بحالت موجودہ ناممکن محض اور اس کے علاوہ اس ایڈریس میں ایک اور راز بھی کُھلا ہے جو ہندوستان کی اسلامی دنیا کے لیے ضرور قابل لحاظ ہوگا اور جسکا ذکر ہم اپنے ریویو میں کریں گے۔ بہرحال ہز آنر سر جیمز لاٹوش نے فرمایا

آپ صاحبان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے مختلف فرقوں اور شاخوں کے باہمی جھگڑوں کو معدوم کرنا چاہیے۔ اور اتحاد کی کوشش کرنی چاہیے۔ کہ جسکا نتیجہ امن اور خوشدلی ہے مگر یہ مقصد کن وسائل سے حاصل ہوگا؟ اس امر کو صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا

میں کہہ سکتا ہوں کہ عالم لوگ انہیں ضروری باتوں پر توجہ دلائیں گے جن پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے اور چھوٹی چھوٹی رسمی اور مروج باتوں میں آزادی قائم رکھیں گے۔ کیا آپکو اُمید ہے کہ مختلف فرقوں کے پیشوا اپنا اختلاف دور کرنیکے اور تعلیمی مقصد میں شریک ہو کر آپکو مدد دیں گے؟ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو کہانتک کامیابی ہوگی؟ میں تسلیم کرتا ہوں

کو میں کوئی ایسے آثار نہیں پاتا کہ آپ غالب کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ عیسائیوں میں اس غرض سے جو کارروائی بڑے بڑے پارسا اور عقلمند اشخاص کے ذریعہ سے کی گئی تھی اسکا نتیجہ بیکار نکلا۔

اب لاٹ صاحب کی اس جدائی تقریر کو پڑھ کر مسلمانان ہندوستان ضرور اس نتیجہ پر پہونچیں گے جسپر ہم پہونچے ہیں اور اب یہ انکا فرض ہوگا کہ وہ ندوہ سے اس سوال کا جواب لیں کہ وہ کن وسائل سے اس اختلاف کو مٹائیں گے۔

سر انٹونی میکڈانل لیٹ لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے پاس جب ندوہ کا ڈیپوٹیشن (وفد) گیا تھا تو انھوں نے بھی ندوہ کی نسبت اپنی بے اطمینانی کا ذکر کیا تھا۔ مگر افسوس اور تعجب کی جگہ ہے کہ ان کے قائمقام نے اس سے زیادہ بے اطمینانی کی صورت کا اظہار کیا اور بقول پیسہ اخبار پہلے سے بھی حالات کو مشتبہ کرا دئے۔ اور نماز بخشوانے گئے تھے روزے گلے پڑے کا معاملہ ہوا اگرچہ ہمیں پیسہ اخبار پر بجائے خود افسوس ہے کہ اس نے آخر الذکر بیہودہ ضرب المثل سے کیوں کام لیا۔ جو ارکان اسلام پر ایک قسم کا حملہ ہے۔

مسلمانان ہند جو اسقدر روپیہ ان ندوہ کے کارکنوں کو دیتے ہیں اسکا نتیجہ تو لاٹ صاحب کی تقریر سے صاف ظاہر ہے۔ اب اس شہادت کے بعد ہم پھر اپنے اصل مقصد کیطرف آتے ہیں اور بطور تذکرہ ریمارک کرتے ہیں اور اسی سوال کو پیش کرتے ہیں جو لاٹ صاحب نے کیا ہے کہ مختلف فرقوں کے باہمی نزاعوں کے دور کرنے میں ندوہ نے

کن وسایل سے کام لیا ہے ؟

عرب کی ضرب المثل اختلاف اور شقاق کے بعد جو اتحاد اور اتفاق قوم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا اسکو مد نظر رکھتے ہوئے پھر اس سوال پر ہمکو آجانا ہوگا۔ کہ نزوعی اور جزئی اختلافوں کے مٹانے کے لیے اسوقت بھی اگر کوئی موثر اور کارآمد ذریعہ ہوسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور اسوہ پر کوئی مزکی اور مطہر وجود خدا تعالےٰ سے مدد پاکر وہی اثر اور قوت رکھتا ہو جو قوم کے خطرناک نزاعوں اور جھگڑوں میں در آکر زور دیکر کہے

اَلِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَاَنَا فِیْکُمْ

اور اس آواز کو سنتے ہی جوش ٹھنڈے پڑ جائیں اور تلواریں میان میں کرلی جائیں اور مفارقت اور بغض ومصافحہ اور معانقہ سے بدل جاوے۔

عادۃ اللہ نے تو یہی دکھایا ہے کہ ایک وجود مفترض الطاعۃ اور مطاع باذن اللہ کے سوا کبھی اس آگ پر پانی نہیں پڑا جس نے کبھی ہزاروں خاندانوں کو راکھ کرڈالا تھا۔ اور اب بھی ہماری قوم کے خرمن میں لگ رہی ہے۔ ندوہ اور اس کے امثال منہ کی پھونکوں اور آستینوں سے اس آگ کو بجھانا چاہتے ہیں مگر خدا کا قانون قدرت کسی کے لیے کیونکر بدل جاوے وہ کیونکر بجھتی جب تک آسمانی پانی اسپر نہ پڑتا جسکی فطرۃ آتش کشی کیلیے بنائی گئی ہے اور جس کے برسنے کے بعد سچی اور صاف آواز آتی ہے۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا اور **فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔**

مولوی حبیب الرحمن اور ان کے ہم خیال بتا دیں کہ وہ کن طریقوں سے اس اختلاف کو مٹا دیں گے۔ ؟

جبتک وہی نسخہ اور تریاق اس زہر کیلیے استعمال نہ کیا جاوے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت استعمال کیا گیا ممکن نہیں کہ اصلاح ہوسکے

تعجب اور بہت تعجب کی جگہ ہے کہ ندوۃ العلماء نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے اور مولوی حبیب الرحمن اپنی تقریر میں اعتراف کرتے ہیں جیسا کہ پہلے ہم دکھا چکے ہیں کہ جاہلیت نے پھر دوبارہ دنیا میں سر نکالا ہے۔

باقی چھپنے نمبر میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے مباحثہ پر مسیح موعود حَکَم ربانی کا ریویو اور اپنی جماعت کو ایک نصیحت۔

فریقین کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ مباحثہ مندرجہ عنوان کے پیش آنیکی وجہ یہ تھی کہ مولوی عبداللہ صاحب احادیث نبویہ کو محض ردی کیطرح خیال کرتے ہیں اور ایسے الفاظ منہ پر لاتے ہیں جنکا ذکر کرنا بھی سوء ادب میں داخل ہے اور مولوی محمد حسین صاحب نے انکے مقابل پر یہ حجت پیش کی تھی کہ اگر احادیث ایسی ہی ردی اور لغو اور ناقابل اعتبار ہیں تو اس سے اکثر حصے عبادات اور مسائل فقہ کے باطل ہو جائیں گے کیونکہ احکام قرآنی کی تفاصیل کا پتہ حدیث کے ذریعہ سے ہی ملتا ہے ورنہ صرف اگر قرآن کو ہی کافی سمجھا جائے تو پھر محض قرآن کے رو سے اسپر کیا دلیل ہے کہ فریضہ صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور باقی تین نمازیں چار چار رکعت ہیں یہ اعتراض ایک زبردست پیرایہ میں ہے گو اپنے اندر ایک غلطی رکھتا ہے یہی وجہ تھی کہ اس اعتراض کا مولوی عبداللہ صاحب نے کوئی شافی جواب نہیں دیا محض فضول باتیں ہیں جو لکھنے کے بھی لائق نہیں ہاں اس اعتراض کا نتیجہ آخرکار یہ ہوا کہ مولوی عبداللہ صاحب کو ایک نئی نماز بنانی پڑی جس کا جمیع اسلام کے فرقوں میں نام ونشان نہیں پایا جاتا انھوں نے **التحیات** اور درود اور دیگر تمام ادعیہ ماثورہ جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں درمیان سے اڑا دیں اور ان کی جگہ صرف قرآنی آیتیں رکھدیں۔ ایسا ہی اور بہت کچھ نماز میں تبدیلی کی ہے گی۔ لیکن کیا

سچ ہے کہ حدیثیں ایسی ہی ردّی اور لغو ہیں جیسا کہ مولوی عبد اللہ صاحب نے سمجھا ہے معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ان ہر دو فریق میں سے ایک فریق نے افراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے نے تفریط کی فریق اول یعنی مولوی محمد حسین صاحب اگرچہ اس بات میں سچ پر ہیں کہ احادیث نبویہ مرفوعہ متصلہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردّی اور لغو سمجھا جائے لیکن وہ حفظ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت اور معارضت کی وہ کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور حدیث کے قصہ کو ان نصوص پر ترجیح دیتے ہیں جو کتاب اللہ میں بتصریح موجود ہیں اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر ایک حالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور یہ صریح غلطی ہے اور جادہ انصاف سے تجاوز ہے اللہ جلشانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتلا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو رد کر دو اور اس حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے جو بطور اشارة النص اس آیت سے مترشح ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر بھی عمل کریں گے جن کے بیان کردہ قصے قرآن شریف کے بیانات سے مخالف اور معارض ہوں گے غرض یہ فرقہ اہلحدیث اس بات میں افراط کی راہ پر قدم مار رہا ہے کہ قرآنی شہادت پر حدیث کے بیان کو مقدم سمجھتے ہیں اور اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کام لیتے تو ایسی حدیثوں کی تطبیق قرآن شریف سے کر سکتے تھے مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ خدا کے قطعی اور یقینی کلام کو بطور متروک اور مہجور کے قرار دیدیں اور اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ایسی حدیثوں کو جن کے قصے کتاب اللہ سے مخالف ہیں یا تو چھوڑ دیں اور یا ان کی کتاب اللہ سے تطبیق کریں پس یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین نے اختیار کر رکھی ہے۔

اور ان کے مخالف مولوی عبد اللہ صاحب نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

پس جب کہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے وابستہ ہے اور آں جناب کے عملی نمونوں کے دریافت کے لیے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ ہے پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے اور مولوی عبد اللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنوں کا ذخیرہ ہے یہ قلت تدبر کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے اور اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور ناقص تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے کیونکہ وہ تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح جو کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کے تابع ہے ایسی تقریر سے بے شک ہر ایک کو دھوکا لگے گا کہ جبکہ حدیثیں سو ڈیڑھ سو برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے وہ خالی نہیں ہیں اور با ایں ہمہ وہ احاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں اور با ایں قسم متواترات شاذ و نادر جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا ایک ذخیرہ ہو یا ہو اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص محض ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند حق سے بہت نیچے گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا یعنی ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں پس قرآن شریف تو یوں ہاتھ سے گیا کہ وہ بغیر قاضی صاحب کے فتووں کے واجب العمل نہیں اور متروک اور مہجور ہے اور قاضی صاحب یعنی احادیث صرف ظن کے میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں کیونکہ ظن کی تعریف یہی ہے کہ وہ دروغ کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا پس اس صورت میں نہ تو قرآن ہمارے ہاتھ میں رہا اور نہ حدیث اس لائق کہ اس پر بھروسہ ہو سکے گویا دونوں ہاتھ سے گئے یہ غلطی ہے جس نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔ ✱

✱ نوٹ میں اس اشتہار کو ختم کر چکا تھا شاید دو تین سطریں باقی تھیں کہ خواب نے میرے پر زور کیا یہاں تک کہ میں مجبوری کاغذ کو ہاتھ سے رکھ کر سو گیا خواب میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی نظر کے سامنے آ گئے میں نے ان دونوں کو مخاطب کر کے یہ کہا خَسَفَ الْقَمَرُ وَالشَّمْسُ فِي رَمَضَانَ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ یعنی چاند اور سورج کو تو رمضان میں گرہن لگ چکا پس تم اے دونوں صاحبو کیوں خدا کی نعمت کی تکذیب کر رہے ہو پھر میں خواب میں اخویم مولوی عبد الکریم صاحب کو کہتا ہوں کہ آلاء سے مراد میں سمجھتا ہوں۔ اور پھر میں نے ایک دالان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ اس میں چراغ روشن ہے گویا رات کا وقت ہے اور اسی الہام مندرجہ بالا کو چند آدمی چراغ کے سامنے قرآن شریف کھول کر اس سے یہ دونوں فقرے نقل کر رہے ہیں گویا اسی ترتیب سے قرآن میں وہ موجود ہے اور انہیں سے ایک شخص کو میں نے شناخت کیا کہ میاں نبی بخش صاحب

اور صراط مستقیم جسکو ظاہر کرنے کے لیے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونیکے لیے تین چیزیں ہیں (۱) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھکر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (۲) دوسری سُنّۃ اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنۃ کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنۃ الگ چیز۔ سنۃ سے مراد ہماری صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی یا بتبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب انبیا علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لیے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں (۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کیے گئے ہیں پس سنۃ اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سُنّۃ ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے اور جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی اشاعت کے لیے مامور تھے ایسا ہی سنۃ کی اقامۃ کے لیے بھی مامور تھے پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سُنّۃ معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے

یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بجا لائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا مثلاً جب نماز کے لیے حکم ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھولکر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لیے یہ رکعات ہیں ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا پس عملی نمونہ جو اب تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سُنّۃ ہے لیکن حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لیے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کی تھیں لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انھوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ میرا سماع بلا واسطہ نہیں ہے خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گذر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اسطرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہیے تب حدیثیں جمع ہوئیں اسمیں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے انھوں نے جہانتک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی بہت محنت کی تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی اس لیے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی بایں ہمہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اسکی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی یہود یوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت

مسیح کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے تاہم یہ غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جاوے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اُسوقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بےخبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنۃ کے ذریعہ سے اُن میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود اور فرائض اسلام اُن کو سکھلا دیے تھے اس لیے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اُن حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے اُن ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا گویا اسلام نور علیٰ نور ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سُنّۃ کے لیے گواہ کیطرح کھڑی ہو گئیں اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے اُن میں سے سچے فرقہ کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہونچا۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کیطرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دیجاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے بلکہ چاہیے کہ قرآن اور سُنّۃ کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سُنّۃ کے مخالف نہ ہو اسکو بسر و چشم قبول کیا جائے یہی صراط مستقیم ہے مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں

نہایت بدقسمت + اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اُس پر وہ عمل کریں اور انسان کے بنائے ہوئے فقہ پر اسکو ترجیح دیں اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کرلیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علما اس سلسلہ کے اپنے خدا داد اجتہاد سے کام لیں لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبد اللہ چکڑالوی کیطرح بے وجہ احادیث سے انکار نہ کریں ہاں جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پاویں تو اُس حدیث کو چھوڑ دیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری جماعت بہ نسبت عبد اللہ کے اہل حدیث سے اقرب ہے اور عبد اللہ چکڑالوی کے بیہودہ خیالات سے ہمیں کچھ بھی مناسبت نہیں ہر ایک جو ہماری جماعت میں ہے اُسے یہی چاہیے کہ وہ عبد اللہ چکڑالوی کے عقیدوں سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے بدل متنفر اور بیزار ہو اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع نفرت رکھیں کہ یہ دوسرے مخالفوں کی نسبت زیادہ برباد شدہ فرقہ ہے * اور چاہیے کہ نہ وہ مولوی محمد حسین کے گروہ کی طرح حدیث کے بارہ میں افراط کی طرف جھکیں اور نہ عبد اللہ کیطرح تفریط کیطرف مائل ہوں بلکہ اس بارہ میں وسط کا طریق اپنا مذہب سمجھ لیں یعنی نہ تو ایسے طور سے بکلی حدیثوں کو اپنا قبلہ وکعبہ قرار دیدیں جن سے قرآن متروک اور مہجور کیطرح ہوجائے اور نہ ایسے طور سے ان حدیثوں کو معطل اور لغو قرار دیدیں جنسے احادیث نبویہ بکلی ضائع ہوجائیں۔ ایسا ہی چاہیے کہ ختم نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کریں اور نہ ختم نبوۃ کے یہ معنے سمجھ لیں جس سے اُمت پر مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا دروازہ بند ہوجاوے۔

اور یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وحی پاسکتا ہو بلکہ قیامتہ تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لیے قیامتہ تک دروازے کھلے ہیں وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوۃ شریعت والی یا نبوۃ مستقلہ منقطع ہوچکی ہے ولا سبیل الیہا الی یوم القیمۃ ومن قال انی لست من امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم وادعی انہ نبی صاحب الشریعۃ او من دون الشریعۃ ولیس من الامۃ فمثلہ کمثل رجل غمرہ السیل المنہمر فالقاہ وراءہ ولم یغادر حتی مات۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اُسی جگہ یہ اشارہ بھی فرمادیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت کی رو سے ان صلحا کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جنکی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا

+ آج رات مجھے رویا میں دکھایا گیا کہ ایک درخت باردار اور نہایت لطیف اور خوبصورت پھلوں سے لدا ہوا ہے اور کچھ جماعت تکلف اور زور سے ایک بوٹی اُسپر چڑھانا چاہتی ہے جسکی جڑ نہیں بلکہ چڑھا رکھی ہے وہ بوٹی افتیمون کی مانند ہے اور جیسے جیسے وہ بوٹی اُس درخت پر چڑھتی ہے اُسکے پھلوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور اُس لطیف درخت میں ایک کھجراہٹ اور بدشکلی پیدا ہو رہی ہے اور جن پھلوں کی اُس درخت سے توقع کی جاتی ہے اُن کے ضائع ہونے کا سخت اندیشہ ہے بلکہ کچھ ضائع بھی ہوچکے ہیں تب میرا دل اس بات کو دیکھکر گھبرایا اور پگھل گیا اور میں نے ایک شخص کو جو ایک نیک اور پاک انسان کی صورت پر کھڑا تھا پوچھا کہ یہ درخت کیا ہے اور یہ بوٹی کیسی ہے جسنے ایسے لطیف درخت کو شکنجہ میں دبا رکھا ہے تب اُس نے جواب میں مجھ یہ کہا کہ یہ درخت قرآن خدا کا کلام ہے اور یہ بوٹی وہ احادیث اور اقوال وغیرہ ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں یا مخالف ٹھیرائے جاتے ہیں اور انکی کثرت نے اس درخت کو دبا لیا ہے اور اسکو نقصان پہنچا رہے ہیں تب میری آنکھ کھل گئی چنانچہ میں آنکھ کھلتے ہی اسوقت جو رات ہے اس مضمون کو لکھ رہا ہوں اور اب ختم کرتا ہوں اور یہ شنبہ کی رات ہے اور ۱۲ بجے کے بعد ۲۰ منٹ کم دو بجے کا وقت ہے فالحمد للہ علی ذالک۔ منہ

* اسی رات میں ایک الہام ہوا بوقت ۳ بجے ۲ منٹ اوپر اور وہ یہ ہے
مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ نبتلہ بذریۃ فاسقۃ ملحدۃ یمیلون الی الدنیا ولا یعبدوننی شیئا۔
جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا ہم اسکو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جنکی ملحدانہ زندگی ہوگی وہ دنیا پر گرینگے اور میری پرستش سے انکو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا یعنی ایسی اولاد کا انجام بدہوگا اور توبہ اور تقویٰ نصیب نہیں ہوگا۔ منہ

انکو بخشا جاتا ہے جیسا کہ وہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیا ہے اب ظاہر ہے کہ لٰکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لیے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لیے سو اس آیۃ کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا سو لٰکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اسطرح تدارک کیا گیا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوۃ منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوۃ صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا اور اسطرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جسکا ذکر آیۃ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دور کیا جائے ماحصل اس آیۃ کا یہ ہوا کہ نبوۃ گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوۃ حاصل کر سکے لیکن اسطرح پر ممتنع نہیں ہے کہ وہ نبوۃ چراغ نبوۃ محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوۃ کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور اگر اسطور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابتر رکھتا ہے۔

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے * اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جبتک کوئی امتی ہونے کی حقیقۃ اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کیطرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنا اور پھر انکی نسبت تجویز کرنا کہ وہ امتی ہیں اور انکی نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوۃ محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہے کس قدر بناوٹ اور تکلف ہے جو شخص پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اسکی نسبت یہ کہنا کیونکر صحیح ٹھہرے گا کہ اسکی نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوۃ سے مستفاض ہے اور اگر اس کی نبوۃ چراغ نبوۃ محمدیہ سے مستفاض نہیں ہے تو پھر وہ کن معنوں سے امتی کہلائے گا اور ظاہر ہے کہ امۃ کے معنے کسی پر صادق نہیں آسکتے جبتک ہر ایک کمال اسکا نبی متبوع کے ذریعہ سے اسکو حاصل نہ ہو پھر جو شخص اتنا بڑا کمال نبی کہلانے کا خود بخود رکھتا ہے وہ امتی کیونکر ہوا بلکہ وہ تو مستقل طور پر نبی ہوگا جس کے لیے بعد آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم قدم رکھنے کی جگہ نہیں اور اگر کہو کہ پہلی نبوۃ اسکی جو براہ راست تھی دور کی جائے گی اور اب از سر نو باتباع نبوی نئی نبوۃ اسکو ملے گی جیسا کہ منشاء آیۃ کا ہے تو پھر اس صورت میں یہی امۃ جو خیر الامم کہلاتی ہے حق رکھتی ہے کہ انہیں سے کوئی فرد بھی اتباع نبی سے اس مرتبہ ممکنہ کو پہنچ جائے اور حضرۃ عیسیٰ کو آسمان پر سے اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اگر امتی کو بذریعہ انوار محمدی کمالات نبوۃ مل سکتے ہیں تو اس صورت میں کسیکو آسمان سے اتارنا اصل حقدار کا حق ضائع کرنا ہے اور کون مانع ہے جو کسی امتی کو یہ فیض پہنچایا جائے تا نمونہ فیض محمدی کسی پر مشتبہ نہ رہے کیونکہ نبی کو نبی بنانا کیا معنے رکھتا ہے مثلاً ایک شخص سونا بنانے کا دعوے رکھتا ہے اور سونے پر ہی ایک بوٹی ڈالکر کہتا ہے کہ لو سونا ہو گیا اس سے کیا یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کیمیاگر ہے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کمال تو اسمیں تھا کہ امتی کو وہ درجہ و رتبہ اتباع سے پیدا ہو جائے ورنہ ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے امتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اسکو مرتبہ نبوۃ حاصل ہے وہ بوجہ امتی ہونے کے ہے نہ خود بخود یہ کس قدر دروغ بیفروغ ہے بلکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں کیونکہ حضرۃ مسیح کی حقیقۃ نبوۃ یہ ہے کہ وہ براہ راست بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو حاصل ہے

* بعض نیم ملا میرے پر اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خوشخبری دے رکھی ہے کہ تم میں تیس دجال آئیں گے اور ہر ایک ان میں سے نبوۃ کا دعویٰ کرے گا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اے نادانو! بدنصیبو!! کیا تمہاری قسمت میں یہی تھا کہ تم پر دجال ہی لکھے ہوئے تھے۔ چودھویں صدی کا خمس بھی گذرنے پر ہے اور خلافت کے چاند نے کمال کی ۱۴ ویں دہ منزلیں پوری کر لیں جس کی طرف آیت وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ بھی اشارہ کرتی ہے اور دنیا ختم ہونے لگی مگر تم لوگوں کے دجال ابھی ختم ہونے میں نہیں آتے شاید تمہاری موت تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اے نادانو وہ دجال جو شیطان کہلاتا ہے وہ خود تمہارے اندر ہے اسلیے تم وقت کو نہیں پہچانتے آسمانی نشانوں کو نہیں دیکھتے مگر تمہیں کیا افسوس وہ جو میری طرح موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا اُس کا نام بھی خبیث یہودیوں نے دجال ہی رکھا تھا فَتَفَاوَتَ تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ - منہ

اور پھر اگر حضرت عیسیٰ کو امتی بنایا جاوے جیسا کہ حدیث اماسکم منکم سے ترشح ہے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ ہر ایک کمال انکا نبوۃ محمدیہ سے مستفاض ہے اور ابھی ہم فرض کر چکے تھے کہ کمال نبوۃ انکی کا چراغ نبوۃ محمدیہ سے مستفاض نہیں ہے اور یہی اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے۔ اور اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ امتی تو کہلائیں گے مگر نبوۃ محمدیہ سے انکو کچھ فیض نہ ہوگا تو اس صورت میں امتی ہونے کی حقیقۃ ان کے نفس میں سے مفقود ہوگی کیونکہ ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امتی ہونے کے بجز اسکے اور کوئی معنی نہیں کہ تمام کمال اپنا اتباع کے ذریعہ سے رکھتا ہو جیسا کہ قرآن شریف میں جابجا اس کی تصریح موجود ہے اور جبکہ ایک امتی کے لیے یہ روا نہ کہلاتا ہے کہ اپنے نبی متبوع سے یہ فیض حاصل کرے تو پھر ایک بناوٹ کی راہ اختیار کرنا اور اجتماع نقیضین جائز رکھنا کس قدر حمق ہے اور وہ شخص کیونکر امتی کہلا سکتا ہے جسکو کوئی کمال بذریعہ اتباع حاصل نہیں۔ اسجگہ بعض نادانوں کا یہ اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے کہ وحی الٰہی کے دعوی کو یہ امر مستلزم ہے کہ وہ وحی اپنی زبان میں ہو نہ عربی میں۔ کیونکہ اپنی مادری زبان اس شخص کے لیے لازم ہے جو مستقل طور پر بغیر استفادہ مشکوٰۃ نبوۃ محمدی کے دعوی نبوۃ کرتا ہے لیکن جو شخص بحیثیت ایک امتی ہونے کے فیض نبوۃ محمدیہ سے اکتساب انوار نبوۃ کرتا ہے وہ مکالمات الٰہیہ میں اپنے متبوع کی زبان میں وحی پاتا ہے تا تابع اور متبوع میں ایک علامۃ ہو جو انکے باہمی تعلق پر دلالت کرے افسوس حضرت عیسیٰ پر ہر ایک طور سے یہ لوگ ظلم کرتے ہیں اول بغیر تصفیہ اعتراض لعنت کے ان کے جسم کو آسمان پر چڑھاتے ہیں جس سے اصل اعتراض یہودیوں کا ان کے سر پر قائم رہتا ہے دوسرے کہتے ہیں کہ قرآن میں انکی موت کا کہیں ذکر نہیں گویا انکی خدائی کے لیے ایک وجہ پیدا کرتے ہیں۔ تیسری نامردی کی حالت میں آسمان کیطرف انکو کھینچتے ہیں جس نبی کے ابھی بارہ حواری بھی زمین پر موجود نہیں اور کار تبلیغ ناتمام ہے اسکو آسمان کیطرف کھینچنا اسکے لیے ایک دوزخ ہے کیونکہ روح اس کی تکمیل تبلیغ کو چاہتی ہے اسکو برخلاف مرضی اس کے آسمان پر بٹھایا جاتا ہے میں اپنے نفس کی نسبت دیکھتا ہوں کہ بغیر تکمیل اپنے کام کے اگر میں زندہ آسمان پر اٹھایا جاؤں اور گو ساتویں آسمان تک پہونچایا جاؤں تو اسمیں خوش نہیں ہوں کیونکہ جب میرا کام ناقص رہا تو مجھکو کیا خوشی ہو سکتی ہے ایسا ہی انکو بھی آسمان پر جانے سے کوئی خوشی نہیں مخفی طور پر ایک ہجرت تھی جسکو نادانوں نے آسمان قرار دیا خدا ہدایت کرے

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق تحریکیں

اعلان قبر مسیح کی اشاعت

حضرت مسیح کی قبر کے متعلق اعلان چھپکر طیار ہے اور یورپ میں اسکی اشاعت کے لیے درکار ہے جسمیں سے قریباً سو سو روپیہ جمع ہو چکا ہے باقی روپیہ بہت جلد جمع ہونا چاہیئے تاکہ یہ کام شروع کیا جاوے ہر شہر کی جماعۃ پر لازم ہے کہ وہ بہت جلد اس کیطرف توجہ کرے یہ عظیم الشان ثواب کا موجب ہے کیونکہ کسر صلیب جو مسیح موعود کی بعثت کا اصل مقصود ہے اسکے لیے کارگر حربہ یہی ہے ہمکو امید ہے کہ بہت جلد باقی روپیہ پورا کیا جاویگا اسکے متعلق کل روپیہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے نام آنا چاہیئے اور منی آڈر کے کوپن پر بتفصیل چندہ اشتہار قبر مسیح ضرور درج ہونا چاہیئے اس چندہ میں شریک ہونیوالوں کے لیے ایک اور سہولت بھی رکھی گئی ہے کہ وہ کشتی نوح کی چند کاپیاں خرید لیں جن کی قیمت

۸ جلدوں کے لیے علاوہ محصول عہ اور فی جلد ۲؍ ہو ہم امید کرتے ہیں کہ بہت جلد کمی پوری کی جائیگی

توسیع مکان کا چندہ

توسیع مکان کا چندہ خدا کا شکر ہے کہ جلد جلد آ رہا ہے اور اگر اسی طرح احباب نے توجہ کی تو امید ہے کہ بہت جلد تخمینہ شدہ رقم جمع ہو جاویگی۔ چار سو روپیہ سے زائد کی لکڑی خریدی جا چکی ہے دوسرا مصالح وغیرہ خریدنے کی فکر ہو رہی ہے جہانتک جلد ممکن ہو اس کار خیر میں حصہ لینے والے متوجہ ہوں توسیع مکان کا چندہ مولوی عبد الکریم صاحب کے نام آنا چاہیئے اور منی آڈر کے کوپن پر پورا پتہ اور لفظ توسیع مکان لکھنا چاہیئے کیونکہ لنگر کا چندہ بھی انہی کے نام آتا ہے اور یہ روپیہ لنگر کے چندہ سے الگ مد کا ہے۔

ہماری اپنی گذارش

سال رواں قریب الختم ہے بقایا داران سے بقایا وصول کرنے کے لیے وی پی بھیجے جا رہے ہیں ان خوش معاملہ خریداروں کے ہم شکرگذار ہیں جنہوں نے ہمارے وی پی وصول کرکے بروقت کارخانہ کی اعانت فرمائی اور انسے برادرانہ گلہ ہے جنہوں نے بلا وجہ سال کے اختتام پر بھی اپنی سہل انگاری سے قومی خادم کارخانہ کی ضرورتوں کو نہیں سمجھا ہم انکو یقین دلاتے ہیں کہ اس سے مطبع کو سخت نقصان پہونچتا ہے وہ اپنے فرض کو سوچیں۔ ایڈیٹر

مختصر نوٹ اور نکات

اگر انسان بدکلام نہ ہو تو ایمانی اصول سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے + اور اسطرح پر کہ اگر انسان اللہ تعالےٰ اور اسکی صفات پر سچا ایمان رکھتا ہو اور جزاء اعمال کو صحیح مانتا ہو تو اس ایمان کے نیچے اسکو ترقی کی بہت بڑی گنجائش ہے بشرطیکہ اپنے اعمال کو ایمانیات کے مطابق بنانے کی سعی کرے اور پوری امید اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہتا ہو۔

قرآن شریف ہر ایسے فعل کو جو کسی حقیقی ضرورت

معزز ہمعصر صحیفہ بجنور کی یہ رائے قابل تائید ہے جو اس نے قیدیوں کی وردی اور انکی مذہبی فرائض کے متعلق لکھی ہے حقیقت میں ہماری عادل گورنمنٹ کی توجہ اس امر کیطرف ضرور ہونی چاہیے جو وردی اسوقت بلاتمیز مذہب وملت قیدیوں کو دیجاتی ہے یہ ناگوار امر ہے جسکا دور ہونا ضروری ہے اور یہ بھی کہ انکو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی بلاتفریق مذہب اجازت دیجاوے۔ لارڈ کرزن کی حکومت اس فرقہ کو بھی اپنے فیوض سے بہرہ ور کیے بغیر نہ چھوڑے گی

ہم نے اکثر مرتبہ اپنے محسن ومخدوم مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور اپنے شیخ حکیم الامۃ سے سنا ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ انسان اگر گناہوں سے بچنا چاہے تو اس کے لیے ایک راہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات پر ایمان لاوے خصوصًا اس کے علیم خبیر سمیع بصیر اور **یعلم ما تبدون وما تکتمون** اور **واللہ مخرج ما کنتم تکتمون**۔ اس قسم کی صفات پر جب ایمان پیدا ہو تو یہ ایمان اسے گناہوں سے روکے گا۔

آریہ گزٹ نورافشاں سے سوال کرتا ہے کہ تمام قومیں اپنے مذہبی عبادت گاہوں کی جائز تکریم کرتے ہیں اور انمیں داخل ہوتے وقت جوتا اُتار لیتی ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ عیسائی داخل ہوتے وقت بجائے جوتہ کے ٹوپی اُتار لیتے ہیں۔ سوال بیشک دلچسپ ہے اگر اس کا جواب عیسائی صاحبان دیں۔

اطلاع

میاں غلام رسول حجام احمدی کھانا پکانے میں خوب ہوشیار ہیں۔ امرتسر کے مخالفوں نے اس سے کھانا پکوانا بند کر دیا ہے احمدی جماعت میں سے جن صاحب کو کسی تقریب پر کھانا پکوانے کی ضرورت ہو تو اسے بلوا لیا کریں پتہ یہ ہے۔ غلام رسول حجام۔ امرتسر قلعہ بھنگیاں۔

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

ایک خطبہ کا خلاصہ ایڈیٹر الحکم کے الفاظ میں

دنیا میں انسان عذاب الیم سے بچنے اور سکھ اور راحت کی تلاش اور حصول میں کسقدر کوشش اور حیلہ کرتا ہے یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے کیونکہ انسان کا نفع پسند ہستی ہونا جبکہ اسکی فطرۃ میں ہے پھر وہ کیوں دُکھ سے بچنے کی کوشش نہ کرے ایک پیٹ ہی کے پالنے کو ہر ایک شخص علی قدر مراتب محنت۔ مزدوری۔ نوکری۔ زراعت۔ تجارۃ اور ان سب سے رہ کر آخر گدائی تک کرتا ہے اور بعض اس سے بھی گرے ہوئے بیحیائی اور فسق کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں۔

انسان کی یہ فطرۃ اور دنیوی آسایشوں اور راحتوں کے حصول کے لیے اسکی دوڑ دھوپ اسپر ایک ملزم کرنے والی حجت ہے کہ وہ آخرۃ کا فکر کیوں نہیں کرتا ہو آنیوالے عذاب سے کیوں اپنے تئیں بچانے کی فکر نہیں کرتا۔

پھر جسقدر مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اسکی پیدایش اور خلق کی ایک غرض اور مقصد ہے اور انسان جب کہ اپنے آپ کو اشرف المخلوقات سمجھتا ہے اور ہے بھی پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آنکھ رکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور کان رکھتے ہوئے نہیں سنتا اور دل رکھتے ہوئے نہیں سوچتا کہ اس کے اس دنیا میں آنیکا کیا مقصد ہے اور غرض ہے؟۔

جسقدر اکرام اور عزت اسکو دوسری مخلوق پر ہے صاف ظاہر ہے اسی شرف اور اکرام کے لحاظ سے اسکی زندگی کی غرض اور مقصد بھی ہوگا مگر بہت تھوڑے بلکہ بہت ہی تھوڑے ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس امر پر کبھی غور کی ہو کہ ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں ورنہ اکثر ایسے ہیں جو

تو معتقد کہ زیستن برائے خوردن است

کے مصداق ہیں۔ آج میں یہی راز بتانا چاہتا ہوں کہ ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں ہماری زندگی کا مقصد ہے اور اس مقصد کے نتائج کیا ہیں؟

اس سوال کا جواب دینے کے واسطے مجھے مت کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں ہے قرآن شریف نے جو خدا تعالیٰ کی زندہ اور تہمین کرنیوالی کتاب ہے انسانی زندگی کی غرض اور مقصد کو خود بیان کر دیا ہے اور اس سے بہتر الفاظ میں ادا ہونا ہی ناممکن ہے پس انہیں الفاظ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری خلقت کی غرض یہ بتائی ہے۔

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

یعنے جنوں اور انسانوں کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

حقیقت میں یہ عظیم الشان مقصد ہے انسانی زندگی کا اگر انسان سمجھے۔ اور اس مقصد کے پورا کرنے کے قویٰ اور فطرۃ اس میں موجود ہے اگر وہ کام لے۔ انسان فطرتًا اپنے محسن سے محبت کرنے اور اسکی اطاعت کرنے کا مادہ رکھتا ہے لیکن کس قدر بدقسمتی ہے کہ وہ اپنے خالق کو بھول جاوے۔ اور مادی اور مری اشیا کی پرستش میں جو خود اسکی طرح مخلوق اور اسکی خادم ہیں مصروف ہوجاوے۔

یہ نسیان۔ یہ غفلت۔ یہ خدا فراموشی۔ یہ خودغرضی میرے دوستو یاد رکھو ایک دردناک عذاب میں انسان کو مبتلا کر دیتی ہے۔ پھر کیا تم نفع پسند ہستی ہو کر اس آواز کے سننے کے لیے طیار ہو

هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم

کیا میں تمہیں ایسی تجارۃ بتادوں جو تمکو دردناک عذاب سے نجات دے؟

کون دل ہے جو عذاب سے بچنا نہیں چاہتا

کونسی فطرۃ ہے جسے سُکھ کی تلاش نہیں؟ ہی اور سب کو ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ جس مفید تجارۃ کیطرف بلایا جاتا ہے اس سے مُنہ پھیرا جاتا ہے؟ اسکی ایک ہی وجہ ہے کہ عوذ اور فکر کی قوتیں اور ایمان کی طاقتیں زائل یا بے حس ہو چکی ہیں اور اب ضرورۃ ہے اس امر کی کہ ان کو بیدار اور ہوشیار کیا جاوے -

سنو! دنیا کی تجارتیں ہر حال میں نفع رساں نہیں ہو سکتی ہیں انمیں بعض اوقات خطرناک خسارے آتے اور نقصان پیدا ہوتے ہیں جن کے صدمے اکثر ناقابل برداشت ثابت ہوئے ہیں - مگر یہ تجارۃ جو میں بتاتا ہوں نہیں نہیں خدا کی بتائی ہوئی تجارۃ جو اسکی حکیم و مجید کتاب میں درج ہے ایک ایسی تجارۃ ہے جس پر چلکر کبھی کوئی خسران میں نہیں پڑا - بلکہ اس تجارۃ کے کرنے والوں کے سر پر ہمیشہ کامیابی کا زریں تاج رکھا گیا ہے - اور انھوں نے اطمینان اور سکینت کی دولت کو حاصل کیا ہے - ہزاراں ہزار انبیاء و رسل اور صلحا اور اولیا اس کے گواہ ہیں اور ہر شخص اپنی جان پر تجربہ کر کے دیکھ سکتا ہے - کہ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون کیا صحیح اور سچا ارشاد ہے -

غرض وہ تجارت کیا ہے

تؤمنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون، یغفر لکم ذنوبکم و یدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھار و مساکن طیبۃ فی جنت عدن ذلک الفوز العظیم -

وہ تجارت جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے اور ابدی راحت اور سکھ عطا کرتی ہے یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ - اور پھر جسقدر ممکن ہے اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں سعی کرو - یہ تمہارے لیے بہتر اور خیر و برکت کا موجب ہے اگر تمکو اسکا علم ہو -

اس تجارت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالے تمہاری خطا پوشی کرے گا اور کمزوریوں کے برے نتائج سے محفوظ رکھے گا - اور گناہوں کے صدور سے بچالے گا اور تمکو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی اور جس میں عمدہ عمدہ مکانات ملیں گے اور پھر اُن سے کوئی نہ نکالے گا جسکو یہ میسر آجاوے گا اس سے بڑھ کر اور کیا مراد ہوگی؟

یہ ہے وہ تجارۃ اور اسکے مفاد اور ثمرات -

اس تجارۃ کی راہ اللہ تعالے اپنی صادق کتاب میں ان الفاظ میں بتاتا ہے جو میں نے پڑھ کر سُنائی ہے - غور کرو اور سوچو کہ اس تجارۃ کے لیے صادق کتاب ایک اصول اور راہ بتاتی ہے اور کس محبت اور پیار سے بادشاہوں کا بادشاہ فرماتا ہے ھل ادلکم کیا میں تمہیں بتاؤں ایسی تجارۃ؟ اللہ اللہ! کیسے پیارے الفاظ ہیں دنیا کی تجارتوں میں خسارے بھی ہوتے ہیں - بڑی بڑی محنتوں کے بعد بسا اوقات خطرناک صدمہ پہونچتا ہے - جہاز سارے مال و متاع کو لیکر غرق ہو جاتا ہے اور قسم قسم کے نقصان پہونچکر ہیں مگر یہ عجیب نفع بخش تجارۃ ہے کہ جس میں نام کو بھی خسارہ نہیں ہے - بلکہ بڑے بڑے دکھوں سے نجات دینے والی اور ابدی راحت کا موجب یہ تجارت ہے - پھر وہ تجارت کیا ہے؟

اللہ اور اُسکے رسول کو مان لو

اللہ تعالے پر ایمان اور اُس کے رسول پر ایمان حقیقت میں ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ساری مشکلات کو آسان کر دیتی اور اسے دکھوں اور تنگیوں سے نجات بخشتی ہے -

اللہ تعالے کو جو ہمارا خالق - مالک رازق ہے اور جسنے بے انتہا انعام اور فضل اور مہربانیاں ہمپر کی ہیں) کی طرف سے تو اسقدر بے پروائی ہے کہ بیان نہیں ہو سکتی اور دنیا اور مافیہا کی طرف اسقدر توجہ ہے کہ اسکا اندازہ نہیں ہو سکتا - ایک کتے کیطرح دنیا کے لیے ہانپتا پھرتا ہے مگر خدا کیطرف ایک قدم نہیں اُٹھاتا - یہ کیوں؟ اسلیے کہ اُسپر ایمان نہیں دہریت پھیل گئی ہے اور خداشناسی کے نہونے کی وجہ سے خدا پرستی اُٹھ گئی ہے

انسان کی فطرۃ میں یہ بات ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اسکو بہت یاد کرتا ہے اسکی راہ میں قدم اُٹھاتا ہے -

میں اسباب کو نہیں سمجھ سکتا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور پھر وہ نافرمانی بھی کرتے ہیں یہ دھوکا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اگر خدا کو مانتے تو گناہ کے نزدیک نہ جاتے + جب انسان ایک چیز کے مفید یا مضر ہونے کا سچا اور یقینی علم رکھتا ہے تو اس کے حصول یا ترک کے لیے پوری کوشش کرتا ہے یہ اس کی فطرۃ ہے جو بدل نہیں سکتی - پھر گناہ کی زہر کو ہلاک کرنیوالی مانکر اور خدا کو شدید العقاب مانکر کیونکر اسکی طرف قدم اُٹھا سکتا ہے

ایک دولت مند دوست پر انسان کسقدر بھروسا اور ناز کرتا ہے پھر خدا جسکا مولی اور والی ہو اُس سے بڑھ کر کون خوش قسمت ہوتا ہے + مگر افسوس تو یہ ہے کہ اسکی طرف انسان بہت ہی کم آتا ہے -

جسقدر بلائیں - بدکاریاں - زنا فسق - فجور اور لڑکیاں گھر گھر ہو رہی ہیں اور کوئی خوف و خطر نہیں رہا - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا پر ایمان نہیں اگر ایمان ہو تو کوئی چور چوری کرنیوالا نہ ہو کیونکہ وہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالے جو اپنے وعدوں میں سچا ہے اُسنے فرمایا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون

ایک زنا کرنیوالا یا بدنظری کرنے والا یا گالی دینے والا اگر خدا کے عذاب پر ایمان رکھتا ہو تو وہ پسند نہیں کر سکتا کہ حدود اللہ کو توڑے - اسکا دل کانپ جاتا ہے تم نے سنا ہوگا کہ حضرۃ یوسف علیہ السلام کو مصر کی ایک خوبصورت نوجوان عورت نے جو بڑی دولتمند تھی ایک الگ کوٹھڑی میں لے جاکر بدفعلی کرنی چاہی مگر اس خدا کے راستباز صدیق نے انکار کیا اور اُسکا کہنا نہ مانا اور اسکی دھمکیوں اور لالچوں کی کچھ پروا نہ کی بلکہ جیسے ایک سانپ کو دیکھکر بھاگتا ہے اسی طرح وہ اُس سے ڈرا اور بھاگا وہ کیا بات تھی جو اس قدر جلد اس سے وہ ڈرکر بھاگتے تھے؟ صرف خدا پر

سچا ایمان اور یقین وہ جانتے تھے کہ بیسے اللہ نے اسکو بہت ہی برا اور قابل نفرت فعل ٹھیرایا ہے

عزیزو غور تو کرو جس شخص کو خدا پر یقین ہو کہ اسکی غیرت کی آگ بھسم کرنے والی ہے اور جہنم ایک تنور ہے جس کا ایندھن بے حیا اور حدود اللہ کو توڑنیوالے انسان ہیں اسکا دل بحیائی پر دلیری نہیں کر سکتا۔ تم خدا کو حاضر ناظر سمجھکر بتاؤ کہ اگر خدا کو مانتے ہو تو بحیائی کی باتیں اور گالیاں کیوں بکتے ہو تمہاری زبان تمہاری آنکھ اور کان کیوں ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو اللہ کی قدوسیت اور غیرت کے مخالف ہیں؟

یہ حسد و بغض کیوں ہے ایک دوسرے کی چغلی کر کے کیوں بھائی کا گوشت کھانا پسند کیا جاتا ہے غرض وہ تجارۃ جو انسان کو دکھوں سے نجات دیتی ہے اور جنت کا وارث بناتی ہے اسکا پہلا جزو ایمان باللہ ہے۔ اللہ پر ایمان ایسی چیز ہے کہ سچا مومن کبھی غمگین نہیں ہوتا۔ جیسے اندھیری کوٹھری میں چراغ کے جلنے سے بھیانک دور ہو جاتی ہے اسیطرح خدا پر ایمان ایک ایسی روشنی ہے جس سے سینہ میں محبت اور اطمینان کا ایک چراغ روشن ہوتا ہے دنیا میں یہ ضروری ہے کہ انسان کو کوئی نہ کوئی غم اور درد پہونچے کسیکا بیٹا یا عزیز مرتا ہے یا اور کسی قسم کی تکلیف اور رنج ہوتا ہے لیکن جس سینہ میں خدا پر ایمان ہے وہ

انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر راحت اور اطمینان پاتا ہے اور پھر اللہ تعالے کے وعدہ کیموافق اسے بشارت ملتی ہے + پس تم اپنے اندر ایمان کا اندازہ کرو کہ کیا تمہارے افکار کم ہو گئے ہیں اور کوئی بھیانک اور درد تمہیں نہیں ستاتا اگر رنج اور غم تمہیں بیقرار کر رہا ہے تو پھر یقیناً سمجھو کہ اللہ پر ایمان نہیں ہے۔

میں اسی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا بڑی قوۃ اور بڑا قوی ہے خدا رکھنے والا کوئی غم نہیں رکھ سکتا مثل مشہور ہے

خدا داری چہ غم داری

خدا کے نام میں بڑی لذت ہے۔ میں ہرگز نہیں مان سکتا کہ خدا تعالے کو مانکر کوئی اسکی نافرمانی کرے۔ اللہ تعالے کے ماننے والے میں سب اسکی صفات آجاتی ہیں۔ میرے عزیز

حضرۃ امام آخر الزمان کی ڈائری

گذشتہ اشاعت میں ۲۴ نومبر تک کی ڈائری ہم دے چکے ہیں ۲۳ و ۲۴ کو بدستور حضرۃ حجۃ اللہ کے اعدا کی طبیعت ناساز رہی۔ اگر ہفتہ زیر اشاعت میں بھی بعض اوقات ناسازی طبیعت کی شکایت رہی اس لیے صرف ہم اُن تاریخوں کا تذکرہ کرینگے جن تاریخوں میں حضور امام والا تشریف لاتے رہی اور آیندہ کے لیے بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی تاریخ یا وقت ہم چھوڑ دینگے تو صرف اُسحالت میں جبکہ انحضرۃ علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی ارشاد نہ فرمایا ہو یا کسی وجہ سے باہر تشریف نہ لائے ہوں + اور یہ امر بھی ہمیشہ ملحوظ رہے کہ ڈائری ترتیب میں ہمیشہ سے یہ ملحوظ خاطر رہتا ہے کہ صرف اُن امور کو ہم لیتے ہیں جو مہتم بالشان ہوتے ہیں بعض وقتی ضرورتوں کے موافق جو باتیں ہوتی ہیں وہ چھوڑ دیجاتی ہیں مثلاً ایک شخص اپنی بیماری کا ذکر کرنے لگا اور اسپر مختلف امور متعلق امراض کا سلسلہ جاری ہو تو الحکم کبھی التزام نہ کریگا کہ اس سارے سلسلہ کو قلم بند کرنیکی بے سود کوشش کرے۔ وہ اسمیں سے صرف مطلب کی بات نکال لیگا + پس الحکم کی ڈائری کی ترتیب میں ہمیشہ سے یہی التزام ہے اور جو نہ صرف اصول اخبار نویسی کی بنا پر بلکہ علم السیرۃ کے موافق بھی ٹھیک ہے۔

ایکبات اور قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈائری کی ترتیب مضامین کے لحاظ سے کری جاتی ہے اور یہ اسقدر اہم اور مشکل کام ہے کہ جسے ایڈیٹر ہی سمجھ سکتا ہے جسکو کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ سیر کے واقعات میں سے ایک مضمون کے متعلق تمام کلمات طیبات کو قریباً ایک جا کرنے پڑتے ہیں اور پھر اسطرز پر کہ کلام کا سلسلہ بھی نہ ٹوٹے اور ربط میں بھی فرق نہ آوے۔

ہمارے ناظرین الحکم کی ڈائری سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکیں گے اور پھر اس محنت کا بھی پتہ لگ سکے گا + ہم ڈائری کی ترتیب غیر مرتب سلسلہ پر کرنا نہیں چاہتے کیونکہ تقریر بمنزلہ موجودہ لوگوں کے امراض کے نقشہ پر ہوتی ہے اس لیے اسمیں ہر قسم کی باتیں آتی ہیں، پھر یہ ہمارا کام ہوتا ہے کہ انکو جدا جدا حصص میں تقسیم کریں۔ ان امور کو اس لحاظ سے بیان کرنا ضروری تھا کہ چونکہ یہ ایک **مامور من اللہ** کی قولی اور فعلی سُنتہ کے جمع کرنے کا اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے پس اگر یہ نہ بتایا جاوے کہ اسمیں ہمارا اپنا تصرف کسقدر ہے تو ایک مغالطہ کم از کم کسیوقت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہم خدا تعالے کے محض فضل و کرم اور سعی کی تائید سے اس ذمہ داری کی خدمت کو سرانجام دیتے ہیں۔ ایڈیٹر

۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء

"دربار شام"

حضرۃ حجۃ اللہ کو اللہ تعالی نے آج سے قریباً ۲۰ برس پیشتر یہ **بشارۃ** دی تھی کہ "میں تیری دعوۃ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔" اس کی مختلف صورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں اور یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ کل دنیا پر بجز کسی شاذ قطعہ کے آپکی دعوۃ کسی نہ کسی پیرایہ میں پہونچ چکی ہے

مصر میں تبلیغ

مصر میں بھی آپ کے نام کی تبلیغ تو ہو گئی اور اللہ تعالے چاہے گا تو وہاں کوئی سعید گروہ بھی پیدا کرے گا۔ مختلف اوقات میں عربی رسالجات وہاں بھیجے جاتے اور وہاں کی اخبارات میں مخالفانہ اور موافقانہ رایوں کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ حال میں **اللواء** نام مشہور اخبار نے دکشتی نوح کا جو ٹیکہ کے متعلق انگریزی میں جدا شائع ہوا ہے) دیکھا ہے اور اسپر جو یہ آیت

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون +

لکھی ہے اسکو لیکر اسی قسم کا اعتراض کیا ہے کہ ترک اسباب کرتے ہیں اور اس آیت کا

۴ نا ذرا کہو منہ کے کہنے سے کچھ نہیں بنتا خدا کو دھوکا نہیں دے سکتے وہ دل کے ارادہ اور اسرار کو جانتا ہے۔ اگر خدا سے سچی محبت نہیں تو زبان سے خواہ کتنا ہی اللہ اللہ کہے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا پر ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جبتک خدا تعالی کے زندہ نشانوں کے ساتھ ایک مامور دنیا میں نہ آتے دلیں یہ ہمارا یہ سلسلہ اور ہمارا امام ہی ہو خدا کی تائیدیں اور نصرتیں

صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ اس تذکرہ پر آپ نے فرمایا

وہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ مصر میں اعلان و اشاعت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت اسطرح ہوئی۔ مخالفت بڑے بڑے پیرایوں میں شہرت دیتی تھی سعیدوں کا گروہ ان میں سے نکل کر الگ ہو گیا + اس سے انکو خبر تو پہنچ گئی

(ایڈیٹر۔ اس سے آپ کو اپنی دعوی اور کامیابی پر جو بصیرت اور یقین ہے اسکا اندازہ کرنا چاہیے۔ یہ ایک زبردست دلیل ہے آپکی سچائی پر کہ کوئی مخالفت آپکو پرکاہ کی برابر بھی جنبش نہیں دے سکتی اور مایوس نہیں کر سکتی۔)

ایمان اور اسباب

فرمایا اسباب پرستی بھی آج کل ایک خطرناک شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ مومن کا جسقدر ایمان اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے اسی قدر وہ اسباب کی نفی اپنے ایمان میں کرتا اور جب یہ ایمان کامل ہو جاتا ہے تو اسکی ایمانی نظر میں اسباب کا سلسلہ معدوم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالے ہی پر بھروسا اور توکل رہتا ہے۔ اس درجہ پر بعض امور اس قسم کے بھی پیش آتے ہیں کہ فی الحقیقت بلا توسط اسباب ظاہری اللہ تعالے اپنے بندہ کو مدد دیتا ہے اور شفا دیتا ہے میں نے اپنی ذات پر ان امور کو مشاہدہ کیا ہے بعض امراض میں بدون کسی دوا کے استعمال کے مجھے شفا دی ہے۔ اسباب پرست خواہ کچھ ہی کہے مگر میں ایسے نشانوں کو بیقدری کی نگاہ سے دیکھوں یا انہیں ضائع کروں تو معصیت ہی نہیں کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔ اسی طرح یہ طاعون سے محفوظ رہنے کا نشان جو دیا گیا ہے میں اسکا کیونکر انکار کروں میں یقین رکھتا ہوں کہ

بدون ٹیکہ کے مجھے بچایا گیا ہے

یہ سچ ہے کہ ہر مرض کی دوا اس نے پیدا کی ہے۔ مگر یہ تو نہیں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی مرض کو بدون دوا کے شفا نہیں دیتا یہ ترک ادب ہے۔

مامن داء الا له دواء

وَاِلَّا اللہ دوا۔ ایک چیز ہے نور ہے ہے مقام پر بعض درجہ توکل اور ایمان کا جو ہم رکھتے ہیں ایک اور مقام پر یہ ہوسہ

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

رعایت اسباب

ہم رعایت اسباب کرتے ہیں اس حد تک جہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جب وہ براہ راست ایک امر فرماتا ہے تو ہم اسکو چھوڑ نہیں سکتے۔ پس رعایت اسباب کی ایک وجہ ہے وہ ہم پر حرام نہیں اور نہ اسے ہم حرام سمجھتے ہیں۔ اپنی حفاظت ضروری ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و اللہ یعصمک من الناس پر بھی اپنی حفاظت کے اسباب کو نہ چھوڑتے تھے اور کوئی نبی یا ولی ایسا نہیں ہو سکتا جو رعایت اسباب کو حرام قرار دے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ اپنی زندگی کا اصل سہارا اور تکیہ اللہ تعالیٰ کو قرار دیتا ہے + اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش کرنا نہیں چاہتا۔ یہ گستاخی ہے۔ ہم رعایت اسباب کرتے ہیں لیکن ایمانی حالت میں نفی اسباب کرتے ہیں اور یہ ایک باریک سر ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ اللہ تعالے کا بھی یہ قانون قدرت ہے کہ جوں جوں بندہ اپنے ایمان میں ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر وہ اس کے لیے اسباب کم کرتا جاتا ہے اور پھر غیب سے فضل کرتا ہے۔

واذا مرضت فهو يشفين

دنیا میں مبتلا اور اسباب میں گرفتار لوگوں کو یہ بات کس طرح سمجھ میں آئے۔ میں یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ مجھے بدون اسباب اس نے شفا دی ہے ایکبار میرے دانت میں درد ہوا ایک شخص سے میں نے علاج پوچھا اس نے کہا علاج دندان اخراج دندان میں اسی خیال میں تھا کہ یکایک غنودگی ہوئی۔ اور اس کے بعد دانت میں درد نہیں ہوا۔ اور آجتک خدا کے فضل سے نہیں ہوا۔ اسوقت میری زبان پر جاری تھا **واذا مرضت فهو يشفين**

جنات

کسی شخص نے سوال کیا کہ جنات کا وجود کس قسم کا مانا گیا ہے؟ فرمایا اسمیں ہماری ایمانی حالت ہے عرفانی حالت نہیں اور یہ امر ہماری لو میں

نہیں اور نہ جنوں کی ہمیں ضرورت ہے اسپر درست ہے **ومن حسن الاسلام ترك ما لا يعنيه**۔

(ایڈیٹر۔ اہل بصیرت آپ کے اس جواب پر غور فرمائیں کیا سچائی کے ساتھ بیان کر دیا ہے علماء سوء کی طرح نہیں کہ خواہ نہ خواہ جو بیہودہ اسمیں دخل دینے کو طیار ہیں اور جواب دینے کو موجود تا کہ کوئی یہ نہ کہدے کہ کچھ آتا نہیں۔ مگر صادق مسیح موعود! بے شک تو خدا کا رسول ہے خدا کے رسول کے بغیر اس قدر تقوی اور خشیت سے کام لینے والا نہیں ہوتا۔)

علاج الطاعون

فرمایا طاعون کا علاج یہی ہے کہ جہاں تک بس ہے اپنے ایمان کو اللہ پر بڑھائے کیونکہ جسقدر اللہ تعالے پر ایمان بڑھے گا اسی قدر اسپر توکل اور بھروسا بڑھے گا اور اسی قدر خوف پیدا ہوگا اور گناہوں سے نفرت ہوگی اور تقوی میں ترقی۔ جسقدر اپنی حالت کو تقوی میں چلا سکو چلاؤ۔ ایسی حالت پیدا کرو کہ روح ترساں و لرزاں ہو کر پانی کی طرح اللہ تعالیٰ کیطرف بہے۔ جو ایسا کرے گا وہ ایک گھر میں اگر ہو تو دوسروں کا شفیع ہوگا۔ تقوی والا اگر مر بھی جاوے گا تو سیدھا جنت میں جاویگا۔ یہ وہم کامت کہاؤ۔ کہ ہم بیعت کر چکے ہیں۔ بیعت کچھ چیز نہیں اگر خدا سے تعلق نہو ایک شخص جو طبیب کے نسخہ کو اسکی ہدایت کے مطابق استعمال نہیں کرتا تو ایسا نسخہ ہاتھ میں پکڑے رکھنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو ہماری بیعت میں داخل ہوتا ہے مگر اس تعلیم پر عمل نہیں کرتا جو ہم دیتے ہیں۔ ہمارے ساتھ تعلق رکھنے میں پاکیزگی اور طہارت شرط ہے نرا تعلق کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا + اگر نرا تعلق کوئی سودمند ہوتا تو بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو بڑا خبیث چال چلن رکھتے ہیں۔ انکو اسلام سے کیا واسطہ اور تعلق!!!

طاعون انہی لوگوں کو سیدھا کرنے کو آئی ہے لوگ سیدھے نہ ہوتے تھے اس لیے اس نے یہ بلا مسلط کر دی یہ بھی اللہ تعالے کا رحم ہے کہ وہ دور سے ہمکو متنبہ کرتا ہے اس لیے یہ وقت ہے کہ اپنی اصلاح کرو۔ خدا تعالے کا چہرہ چھپا ہوا تھا وہ اب چاہتا ہے کہ اسے ظاہر کرے۔

قرآن کریم کی صداقت

فرمایا طاعون کی بابت تو بڑی تحقیقات سے اب ثابت ہوا کہ وہ ایک کیڑا ہے مگر قرآن شریف نے تیرہ سو برس پہلے اسکا نام **دابة الارض** رکھکر بتایا کہ وہ کیڑا ہے۔ کتنا عظیم الشان فلسفہ ہے۔

مباحثہ مُدّ کے مفصل حالات

ایڈیٹر کا انٹروڈکٹری نوٹ

مباحثات کا فلسفہ اور حالت موجودہ

انسان کی ذہنی۔ علمی اور روحانی غرض ہر قسم کی ترقی کے دیگر اسباب اور ذرائع مختلفہ میں سے مباحثات بھی اہم اور ضروری چیز تھے۔ اور ہیں۔ ان سے تبادلہ خیالات کے علاوہ طبیعت کو غور کرنے اور نتائج کے استخراج کے لیے بڑی بھاری تحریک ہوتی ہے۔ انسان کا مختلف طبیعتوں اور مزاجوں کا پیدا ہونا خود اس امر کی صداقت کے لیے ایک کافی دلیل ہے۔ اس لیے ہم اس پر زیادہ بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس وقت صرف اتنا اور بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ زمانہ کی ترقیوں اور نیرنگیوں کے ساتھ ساتھ اس فن کی بھی بہت بڑی تنقید ہوئی ہے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب مباحثات ترقی کا ذریعہ نہیں رہے بلکہ تنزل کا باعث قرار دیے جاتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ مباحثات احقاق حق اور ابطال باطل کی نیت سے نہیں کیے جاتے بلکہ اصل غرض صرف ہارجیت ہوتی ہے گویا مباحثات نے آج کل قمار بازی کی شکل اختیار کرلی ہے۔ اس لیے مباحثہ کرنے والے ہر ایک قسم کا داؤ مکر و فریب اور حیلہ استعمال کرتے ہیں جس سے وہ اپنے فریق مخالف کو بظاہر لوگوں کے سامنے شکست یافتہ قرار دیدیں۔ ایسی صورت میں حق کا ظاہر ہونا قریباً ناممکن یا مشکل تر ہوتا ہے بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنی سعادت ازلی اور خدائے لم یزل کے فضل سے راہ پالیتے ہیں ورنہ عموماً حق کو ملتبس کیا جاتا ہے۔ اور یہ امر ایک صادق کے لیے بھی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو کسطرح پر اس حق کو سمجھائے جو وہ لیکر آتا ہے۔ اگرچہ اُسکے لیے اور بہت سی راہیں اللہ تعالیٰ کھولتا ہے۔

غرض مباحثات نفس الامر میں مفید تھے مگر زود رنج۔ غداروں اور متعصب لوگوں نے مباحثات کو قمار بازی کا رنگ دیدیا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ اور مباحثات

حضرت مسیح موعود ؑ نے اپنی پاک فطرت کے موافق ابتدا میں علما کو جب دعوۃ کی اور انھوں نے اسے نہایت تندی اور تیزی سے رد کیا نہ صرف رد کیا بلکہ اسکی مخالفت کے لیے اُٹھے تو آپ نے انکو مباحثات کے لیے بلایا۔ اور نہایت نرمی۔ پیار اور محبت سے چاہا کہ وہ امر حق سمجھ لیں اور دوسروں پر اسے مشتبہ نہ کریں مگر جب ان لوگوں کے حالات مکر و زور آپ پر کھلے اور انکا ظلم و افترا حد سے گذر گیا تو آپ نے اعلام الٰہی سے مباحثات کو خود بند کردیا۔ اور آسمانی نشانات اور تائیدات کے لیے دعوۃ کی۔ جب اسطرف بھی کوئی نہ آیا تو پھر آپ نے قلم کے ذریعہ اُن غلط بیانیوں کی اصلاح کرنی چاہی جو مخالف پھیلا رہے تھے اور خدا کا شکر ہے کہ وہ اس میں پوری کامیاب ہوئے مگر مخالفوں نے اپنی شرارت کو نہ چھوڑا وہ اس میں ترقی ہی کرتے رہے۔ انکا شرارتوں میں ترقی کرنا اللہ تعالیٰ کی غیرت کا محرک ہوا اور ادھر سے حقائق و معارف اور تائیدات کا ایک پرزور سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور جماعت میں اسقدر ترقی شروع ہوئی کہ اب بیعت کے نام لکھنے والے بھی تھک گئے اور اب مخالفوں کو جب کوئی اور حیلہ ہاتھ نہ آیا تو یہ تجویز سوچی کہ جہاں کوئی احمدی ہو اسکی خلاف لوگوں میں جوش پیدا کیا جاوے اور اشتعال دلاکر اسکو ہر قسم کی تکلیف دی جاوے

مباحثہ مُدّ کی اصل وجہ

چنانچہ مدّ میں بھی جو مباحثہ ہوا اس کی تہ میں اس قسم کی سازشیں اور شرارتیں کام کر رہی ہیں۔ منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس اکیلے اس گاؤں میں بیعت کر گئے تھے لیکن وہ مردان میں رہتے تھے اور ایک قانون پیشہ اور ذکی اور ذی وجاہت ہونیکی وجہ سے ان لوگوں کے اثر سے محفوظ تھے۔ پھر جب اُن کے بھائی محمد یعقوب صاحب نے بھی بیعت کرلی تو ان شریروں کو موقع ملگیا کہ ان کو تنگ کریں۔ گاؤں والے تو شاید کچھ تعرض نہ کرتے مگر بعض شریروں کے اشتعال سے آخر جاہل لوگ تو تھے ہی مخالفت پر اُٹھے اور یہانتک مخالفت سے کام لیا کہ اگر مقابل میں حضرت اقدس مسیح موعود کا حسن ایلا نہ ہوتا (جو صبر اور برداشت کی تعلیم پر آپ کے حکم سے پابند کیے جاتے ہیں) تو ممکن تھا کہ اشتعال طبع پیدا ہو کر نقض امن ہوجاتا مگر ہم منشی محمد یعقوب صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے مخالفوں کے ہر قسم کے جور و ستم سہکر اپنے طرز سے ثابت کردکھایا کہ وہ ان تکلیفوں اور مشکلات کی ایک پرکاہ کی برابر بھی پروا نہیں کرتے۔ بہرحال جب انکو حد سے زیادہ تنگ کیا گیا یہانتک تجویزیں کیں کہ سقہ۔ دھوبی۔ بھنگی وغیرہ لوگ ان کے کام نہ آئیں تو انہوں نے منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس کو اطلاع دی۔ انہوں نے مردان سے آکر ان مخالفوں کو مناسب طریق پر سمجھایا اور انکی ان تکالیف پر جو وہ دے رہے تھے قانونی چارہ جوئی بھی کرنی چاہی۔ لیکن آخر یہ فیصلہ فریقین کی طرف سے ہوا کہ مسائل متنازعہ کا فیصلہ ہوجاوے۔ منشی محمد یوسف صاحب نے اسکو منظور کرلیا کیونکہ وہ شوق سے چاہتے تھے کہ کسی طرح ان لوگوں کو تبلیغ ہوجاوے۔ وہ دارالامان آئے اور حضرت اقدس ؑ سے انہوں نے اپنے اس منشا کو عرض کیا حضرت اقدس نے حسب معمول مخالف علما کے مکر و حیلوں سے مطلع کیا اور فرمایا کہ ایسے مباحثات سے فائدہ نہیں ہوتا مگر منشی صاحب کے اصرار پر حضرت اقدس نے منظور کرلیا کہ مولوی سید محمد سرور صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب وہاں چلے جائیں اور جیسا کہ منشی صاحب نے ظاہر کیا کہ تبلیغ ہوجاویگی کچھ وعظ کرینگے یہی غرض انکی روانگی میں رکھی گئی۔

(باقی آئندہ)

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم شایع ہوا